۸۔ نادان دوست

منشی پریم چند

پہلی بات : بچوں کی دنیا بڑی عجیب ہوتی ہے۔ وہ اپنے اطراف جن چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان میں ان کا تجسّس بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ان چیزوں کے متعلق کیوں، کب، کیسے جیسے سوالات بچوں کے ذہنوں میں ہمیشہ کلبلاتے رہتے ہیں اور وہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ کچھ سمجھنے یا کچھ حاصل کرنے کی ان کی نفسیات سے بعض اوقات آدمی غصہ ہونے کی بجائے ہنس دیتا ہے۔ 'نادان دوست' پریم چند کی ایسی ہی کہانی ہے جس میں بچوں کے تجسّس کے بعض پہلو واضح کیے گئے ہیں۔

جان پہچان : منشی پریم چند ۳۱؍ جولائی ۱۸۸۰ء کو بنارس کے ایک گاؤں لمہی (پانڈے پور) میں پیدا ہوئے۔ اُن کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ اپنی ادبی زندگی کا آغاز انھوں نے نواب رائے کے نام سے کیا۔ پھر وہ پریم چند کے قلمی نام سے لکھنے لگے اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔ ثانوی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کی۔ اسی دوران بی۔اے کیا۔ پھر ہیڈ ماسٹر اور ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز بھی رہے۔ ان کی کہانیوں میں دیہی ماحول اور غریب و کمزور طبقوں کی سچی تصویریں ملتی ہیں۔ ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ 'سوزِ وطن' ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔ پریم چند نے بارہ ناول لکھے جن میں 'غبن'، 'میدانِ عمل'، 'چوگانِ ہستی'، 'گوشۂ عافیت'، 'بازارِ حسن' اور 'گئودان' اہم ہیں۔ 'پریم پچیسی'، 'پریم بتیسی'، 'واردات'، 'خواب و خیال'، 'آخری تحفہ' اور 'زادِ راہ' ان کے مشہور افسانوی مجموعے ہیں۔ ۸؍ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ان کا انتقال ہوا۔

کیشو کے گھر میں ایک کارنس کے اوپر ایک چڑیا نے انڈے دیے تھے۔ کیشو اور اس کی بہن شیاما دونوں بڑے غور سے چڑیا کو وہاں آتے جاتے دیکھا کرتے۔ دونوں کے دل میں طرح طرح کے سوالات اُٹھتے۔ انڈے کس رنگ کے ہوں گے؟ کتنے ہوں گے؟ ان میں سے بچے کس طرح نکل آئیں گے؟ بچوں کے پر کیسے نکلیں گے؟ گھونسلا کیسا ہوگا؟ لیکن ان باتوں کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا، نہ امّاں کو گھر کے کام دھندے سے فرصت تھی نہ بابوجی کو پڑھنے لکھنے سے۔ دونوں بچے آپس میں سوال و جواب کرکے اپنے دل کو تسلی دے لیا کرتے تھے۔ شیاما کہتی، ''کیوں بھیّا! بچے نکل کر پُھر سے اُڑ جائیں گے؟''

کیشو عالمانہ غرور سے کہتا، ''نہیں ری پگلی، پہلے پَر نکلیں گے۔ بغیر پروں کے بے چارے کیسے اُڑ جائیں گے؟''

اس طرح تین چار دن گزر گئے۔ انڈوں کو دیکھنے کے لیے دونوں بچے بیتاب تھے۔ انھوں نے قیاس کیا، ''اب بچے ضرور نکل آئے ہوں گے۔'' بچوں کے چارے کا سوال اب اُن کے سامنے کھڑا ہوا۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ کارنس پر تھوڑا سا دانہ رکھ دیا جائے۔

شیاما: ''کیوں بھیّا، بچوں کو دھوپ نہ لگتی ہوگی؟''

کیشو کا دھیان اِس تکلیف کی طرف نہ گیا تھا۔ بولا، ''ضرور تکلیف ہوتی ہوگی۔ بے چارے پیاس کے مارے تڑپتے

ہوں گے، اوپر سایہ بھی نہیں۔‘‘

آخر یہ فیصلہ ہوا کہ گھونسلے کے اوپر کپڑے کی چھت بنا دینی چاہیے۔ پانی کی پیالی اور چاول رکھ دینے کی تجویز منظور ہوگئی۔ دونوں بچے بڑے شوق سے کام کرنے لگے۔ شیاما ماں کی آنکھ بچا کر مٹکے سے چاول نکال لائی۔ کیشو نے پتھر کی پیالی کا تیل چپکے سے زمین پر گرا دیا اور اُسے صاف کر کے اس میں پانی بھرا۔ اب چاندنی کے لیے کپڑا کہاں سے آئے؟ پھر اوپر بغیر چھڑیوں کے ٹھہرے گا کیسے؟

کیشو بڑی دیر تک اسی اُدھیڑ بن میں رہا۔ آخر اس نے یہ مشکل بھی حل کر لی۔ شیاما سے بولا، ’’جا کر کوڑا پھینکنے والی ٹوکری اُٹھا لاؤ۔ شیاما دوڑ کر ٹوکری اُٹھا لائی۔ کیشو ٹوکری کو ایک ٹہنی سے لٹکا کر بولا، ’’دیکھ، ایسے ہی گھونسلے پر اس کی آڑ کروں گا۔ تب کیسے دھوپ جائے گی۔‘‘ شیاما نے دل میں سوچا، ’’بھیّا کیسے چالاک ہیں!‘‘

گرمی کے دن تھے۔ بابو جی دفتر گئے ہوئے تھے۔ ماں دونوں بچوں کو سلا کر خود سو گئی تھی لیکن دونوں بچوں کی آنکھوں میں نیند کہاں؟ جوں ہی معلوم ہوا کہ اماں جی اچھی طرح سو گئی ہیں، دونوں چپکے سے اُٹھے، آہستہ سے دروازے کی سٹکنی کھول کر باہر نکل آئے۔ انڈوں کی حفاظت کی تیاریاں ہونے لگیں۔

کیشو کمرے سے جا کر ایک اسٹول اُٹھا لایا لیکن جب اِس سے کام نہ چلا تو نہانے کی چوکی لا کر اسٹول کے نیچے رکھی اور ڈرتے ڈرتے اسٹول پر چڑھا۔ شیاما دونوں ہاتھوں سے اسٹول پکڑے ہوئے تھی۔ اسٹول چاروں ٹانگیں برابر نہ ہونے کی وجہ سے جس طرف زیادہ دباؤ پاتا تھا، ذرا سا ہل جاتا تھا۔ اس وقت کیشو کو کس قدر تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی یہ اسی کا دل جانتا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے کارنس پکڑ لیتا تھا اور شیاما کو دبی آواز سے ڈانٹتا، ’’اچھی طرح پکڑو ورنہ اُتر کر بہت ماروں گا۔‘‘ مگر بے چاری شیاما کا دل تو اوپر کارنس پر تھا۔ بار بار اس کا دھیان اُدھر چلا جاتا اور ہاتھ ڈھیلے پڑ جاتے۔

کیشو نے جوں ہی کارنس پر ہاتھ رکھا، دونوں چڑیاں اُڑ گئیں۔ کیشو نے دیکھا کہ کارنس پر تھوڑے سے تنکے بچھے ہوئے ہیں اور اس پر تین انڈے پڑے ہیں۔ شیاما نے نیچے سے پوچھا، ’’بچے ہیں بھیّا؟‘‘

کیشو: ’’تین انڈے ہیں۔ بچے ابھی تک نہیں نکلے۔‘‘

شیاما: ’’ذرا ہمیں دِکھا دو بھیّا، کتنے بڑے ہیں؟‘‘

کیشو: ’’دِکھا دوں گا۔ پہلے ذرا کپڑے کا ٹکڑا لے کر آ۔ نیچے بچھا دوں، بچارے انڈے تنکوں پر پڑے ہیں۔‘‘

شیاما دوڑ کر اپنی پرانی دھوتی پھاڑ کر ایک ٹکڑا لائی۔ کیشو نے جھک کر کپڑا لے لیا اور اسے تہ کر کے ایک گدی بنائی اور اسے تنکوں پر بچھا کر تینوں انڈے اُس پر رکھ دیے۔ شیاما نے پھر کہا، ’’ہم کو بھی دِکھا دو بھیّا۔‘‘

کیشو: ’’دِکھا دوں گا۔ پہلے ذرا وہ ٹوکری تو دے، اوپر سایہ تو کر دوں۔‘‘

شیاما نے ٹوکری نیچے سے تھما دی۔ کیشو نے ٹوکری کو ایک ٹہنی سے لگا کر کہا، ’’جا۔ دانہ اور پانی کی پیالی لے آ۔ میں اُتر آؤں گا تو تجھے دِکھا دوں گا۔‘‘

شیاما پیالی اور چاول بھی لے آئی۔ کیشو نے ٹوکری کے نیچے دونوں چیزیں رکھ دیں اور آہستہ سے اُتر آیا۔ شیاما نے گڑگڑا کر کہا، ’’اب ہم کو بھی چڑھا دو بھیّا۔‘‘

کیشو: ’’تو گر پڑے گی۔‘‘

شیاما: ’’نہ گروں گی بھیّا۔ تم نیچے سے پکڑے رہنا۔‘‘

کیشو: ’’کہیں تو گر گرا پڑے تو اماں جی میری چٹنی ہی کر ڈالیں گی۔ کیا کرے گی دیکھ کر؟ اب انڈے بڑے آرام سے ہیں۔‘‘

شیاما نے آنکھ میں آنسو بھر کر کہا، ’’تم نے مجھے نہیں دِکھایا۔ امّاں جی سے کہہ دوں گی۔‘‘

کیشو: ’’اماں جی سے کہے گی تو بہت ماروں گا۔ کہے دیتا ہوں۔‘‘

شیاما: ’’تو تم نے مجھے دِکھایا کیوں نہیں؟‘‘

کیشو: ’’اگر گر پڑتی تو چار سر نہ ہو جاتے۔‘‘

شیاما: ’’ہو جاتے تو ہو جاتے۔ دیکھ لینا میں کہہ دوں گی۔‘‘

اتنے میں کوٹھری کا دروازہ کھلا اور ماں نے دھوپ سے آنکھوں کو بچاتے ہوئے کہا، ’’تم دونوں باہر کب نکل آئے؟ میں نے کہا تھا، دوپہر کو نہ نکلنا؟‘‘

کیشو دل میں کانپ رہا تھا کہ کہیں شیاما کہہ نہ دے۔ ماں نے دونوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر پھر کمرے میں بند کر دیا اور آہستہ آہستہ انھیں پنکھا جھلنے لگی۔ دونوں بچوں کو بہت جلد نیند آ گئی۔

چار بجے یکایک شیاما کی آنکھ کھلی۔ وہ دوڑتی ہوئی کارنس کے پاس آئی اور اوپر کی طرف تکنے لگی۔ ٹوکری کا پتا نہ تھا۔ اس کی نگاہ نیچے گئی اور وہ اُلٹے پاؤں دوڑتی ہوئی کمرے میں جا کر زور سے بولی، ’’بھیّا انڈے تو نیچے پڑے ہیں۔ بچے اُڑ گئے!‘‘

کیشو گھبرا کر اُٹھا اور دوڑتا ہوا باہر آیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ تینوں انڈے نیچے ٹوٹے پڑے ہیں۔ پانی کی پیالی بھی ایک طرف ٹوٹی پڑی ہے۔ اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔

شیاما نے پوچھا، ’’بچے کہاں اُڑ گئے بھیّا؟‘‘

کیشو نے افسوس ناک لہجے میں کہا، ’’انڈے تو پھوٹ گئے۔‘‘

ماں نے سوئی ہاتھ میں لیے ہوئے پوچھا، ’’تم دونوں وہاں دھوپ میں کیا کر رہے ہو؟‘‘

شیاما نے کہا، ’’اماں جی چڑیا کے انڈے ٹوٹے پڑے ہیں۔‘‘

ماں نے آ کر ٹوٹے ہوئے انڈوں کو دیکھا اور غصّے سے بولی، ’’تم لوگوں نے انڈوں کو چھوا ہوگا۔‘‘

اب تو شیاما کو بھیّا پر ذرا بھی ترس نہ آیا۔ اسی نے شاید انڈوں کو اس طرح رکھ دیا کہ وہ نیچے گر پڑے۔ اس کی سزا انھیں ملنی چاہیے۔ ’’انھوں نے انڈوں کو چھیڑا تھا، اماں جی۔‘‘

ماں نے کیشو سے پوچھا، ’’کیوں رے کیشو! تو وہاں پہنچا کیسے؟‘‘

شیاما: ”چوکی پر اسٹول رکھ کر چڑھے تھے، اماں جی۔“

ماں: ”تو اتنا بڑا ہو گیا، تجھے نہیں معلوم کہ چھونے سے چڑیا کے انڈے گندے ہو جاتے ہیں۔ چڑیا پھر انھیں نہیں سیتی۔“

شیاما نے ڈرتے ڈرتے پوچھا، ”تو کیا چڑیا نے انڈے گرائے ہیں، امّاں جی؟“

ماں: ”اور کیا کرتی؟ کیشو کے سر اس کا پاپ پڑے گا۔ اہاہا! تین جانیں لے لیں دُشٹ نے۔“

کیشو رونی صورت بنا کر بولا، ”میں نے تو صرف انڈوں کو گدی پر رکھا تھا، امّاں۔“

ماں کو ہنسی آ گئی مگر کیشو کو کئی دن تک اپنی غلطی کا افسوس رہا۔ دونوں چڑیاں پھر وہاں نہ دِکھائی دیں۔

معانی و اشارات

بے تاب	بے چین	Eager, restless
قیاس	اندازہ	Assumption, guess
چاندنی	سفید چادر	White sheet
اُدھیڑ بن	غور و فکر	Thinking
سٹکنی	دروازے کی بَلّی، چٹخنی	Latch
چہرے کا رنگ اُڑنا	خوف کی وجہ سے چہرے کا رنگ بدل جانا	Face becoming pale
پاپ	گناہ	Sin
دُشٹ	بُرا	Cruel

مشقی سرگرمیاں

سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

✧ جان پہچان کی مدد سے ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔

پریم چند

جائے پیدائش	اصل نام	ابتدائی ادبی نام	بعد کا قلمی نام
---------	-------	----------	----------

✧ پریم چند کی کتابیں

ناول			افسانوی مجموعے		

✧ کیشو اور شیاما کے دل میں اُٹھنے والے سوالات لکھیے۔

✧ چڑیا کے بچوں کے چارے سے متعلق کیشو اور شیاما کے حل کو بیان کیجیے۔

✧ کیشو کے شیاما کو ڈانٹنے کی وجہ لکھیے۔

✧ ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔

۱۔ شیاما کہتی کیوں بھیا بچے نکل کر پھُر سے اڑ جائیں گے
(مناسب علاماتِ اوقاف لگا کر جملہ دوبارہ لکھیے)

۲۔ شیاما ماں کی آنکھ بچا کر مٹکے سے چاول نکال لائی۔
(جملے سے اسم عام اور اسم خاص الگ کر کے لکھیے)

۳۔ کیشو کمرے سے جا کر ایک اسٹول اُٹھا لایا۔
(جملے میں فاعل، مفعول، فعل کی نشاندہی کیجیے)

۴۔ <u>بار بار</u> اُس کا دھیان اُدھر چلا جاتا۔
(خط کشیدہ لفظ کی قسم پہچانیے)

۵۔ کیوں رے کیشو! تو وہاں پہنچا کیسے؟
(جملے کی قسم پہچانیے)

۶۔ اہاہا! تین جانیں لے لیں دشٹ نے۔
(جملے کی قسم لکھیے)

- کیشو اور شیاما کی جانب سے انڈوں کی حفاظت کے لیے کیے گئے اقدامات لکھیے۔
- کیشو اور شیاما پر ماں کے غصّے کی وجہ لکھیے۔
- انڈے گر کر ٹوٹ جانے پر ماں کے تاثرات بیان کیجیے۔
- شیاما کی کیشو سے ناراضگی کی وجہ لکھیے۔
- درج ذیل جملوں میں ماضی، حال اور مستقبل کے زمانے کو پہچانیے اور قوس میں زمانے کا نام لکھیے۔

۱۔ کارنس کے اوپر ایک چڑیا نے انڈے دیے تھے۔
۲۔ کیوں بھیّا! بچے نکل کر پُھر سے اُڑ جائیں گے؟
۳۔ تم دونوں وہاں دھوپ میں کیا کر رہے ہو؟
۴۔ بھیّا! انڈے تو نیچے پڑے ہیں۔
۵۔ دیکھ لینا! میں کہہ دوں گی۔
۶۔ انھوں نے انڈوں کو چھیڑا تھا۔

- ذیل میں دیے ہوئے جملوں کے خط کشیدہ الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ دونوں بچے بے تاب ہو اُٹھے۔
۲۔ شیاما ماں کی آنکھ بچا کر مٹکے سے چاول نکال لائی۔
۳۔ بچوں کی آنکھوں میں نیند کہاں؟
۴۔ کیشو دل میں کانپ رہا تھا۔
۵۔ اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔

سرگرمی/منصوبہ

اسکول میں ہونے والی کسی تقریب یا بزمِ ادب کے پروگرام میں اپنے بچپن کے کسی مزے دار واقعے کو سنائیے۔

عملی قواعد

استفہامیہ جملہ (Interrogative sentence)

سبق میں کیشو اور شیاما ایک دوسرے سے طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں جیسے:

- انڈے کس رنگ کے ہوتے ہیں؟
- کتنے ہوں گے؟
- ان میں سے بچے کس طرح نکل آئیں گے؟
- بچوں کے پر کیسے نکلیں گے؟
- گھونسلا کیسا ہوگا؟

یہ سوالات بھی جملے ہیں۔ ان میں کچھ باتیں پوچھی گئی ہیں یعنی سوال کیے گئے ہیں۔ جس جملے میں کوئی بات پوچھی جائے یا کسی اسم کے بارے میں سوال کیا جائے تو ایسے جملے کو **'سوالیہ/ استفہامیہ جملہ'** (Interrogative sentence) کہتے ہیں۔ ایسے جملے کے خاتمے پر سوالیہ نشان (؟) لگایا جاتا ہے۔ استفہامیہ جملوں میں کچھ الفاظ ضرور استعمال کیے جاتے ہیں جیسے کیوں، کیا، کیسے، کتنے، کہاں، کب وغیرہ

- ذیل میں دیے ہوئے جملوں کو استفہامیہ جملوں میں تبدیل کیجیے۔

۱۔ کارنس کے اوپر ایک چڑیا نے انڈے دیے تھے۔
(کہاں، کس نے)
۲۔ کیشو اور شیاما بڑے غور سے چڑیا کو آتے جاتے دیکھا کرتے۔ (کون، کیسے، کسے)
۳۔ کیشو کمرے سے جا کر ایک اسٹول اُٹھا لایا۔
(کون، کہاں سے، کیا)